AL-HAYAT Research Journal
HJRS HEC Journal Recognition System
ISSN (Online): 3006-4767
ISSN (Print):: 3006-4759
Volume 3 Issue 2 (Jan-Mar 2026)

تنسیخ نکاح کی منتخب صورتیں

اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کا تجزیاتی مطالعہ

Selected Forms of Annulment of Marriage
An Analytical Study of the Recommendations of the Islamic Ideological Council

Shahzaib Khan
Ph. D Scholar,
Deparment Islamic Learning,
University of Karachi
muftishahzaibk@gmail.com

DR. ANWAR UL HAQ
Assistant Professor
Department of Islamic Thought & Culture,
NUML, Karachi, Campus.
anwar.ulhaq@numl.edu.pk

Abstract:

The institution of Nikah *(marriage) is central to Islamic social structure, aimed at fostering mutual love, peace, and stability within a family. However, when conflicts become irreconcilable, Islam allows for the dissolution of marriage through various legitimate forms such as* Talaq *(divorce),* Khula, Faskh-e-Nikah *(judicial annulment), and* Lian. *These provisions are rooted in the principles of justice, compassion, and individual well-being. In Pakistan, the Council of Islamic Ideology (CII) plays a vital constitutional role in reviewing and recommending laws in accordance with Islamic teachings, including issues concerning the termination of marriage.*

The CII has made several recommendations regarding the selected forms of marriage dissolution, with a strong emphasis on protecting women's rights and simplifying the legal process. Notably, the Council proposed that a woman's request for Khula *should not require prolonged court procedures if mutual reconciliation efforts fail. It has also emphasized the importance of recognizing cruelty, prolonged absence, and lack of maintenance as valid grounds for* Faskh-e-Nikah, *thereby aligning legal interpretations with the spirit of Shariah and contemporary societal needs.*

The study aims to analyze these selected recommendations critically, evaluating their alignment with Islamic jurisprudence and their practical implications in the legal and social context of Pakistan. It also considers the perspectives of different schools of thought to offer a balanced and scholarly understanding. Through this analysis, the study seeks to highlight the potential of these recommendations to fill legal and social gaps, particularly in safeguarding women's dignity and rights in situations of marital discord.

This research contributes to ongoing academic and legislative discourse by exploring how Islamic teachings, through institutions like the CII, can address modern challenges while staying rooted in divine guidance. The analysis may offer valuable insights for scholars, policymakers, and legal practitioners alike.

Key Words: *Dissolution of Marriage, Council of Islamic Ideology,* Faskh-e-Nikah, *Divorce*

CC BY

تعارف:

نکاح اسلامی معاشرت کا ایک بنیادی ادارہ ہے جو نہ صرف مرد و عورت کے باہمی تعلقات کو ضابطے میں لاتا ہے بلکہ خاندانی نظام کی بنیاد بھی فراہم کرتا ہے۔ تاہم، بعض اوقات میاں بیوی کے درمیان ایسے حالات پیدا ہو جاتے ہیں جن میں نکاح کو باقی رکھنا ممکن نہیں ہوتا۔ ایسی صورتِ حال میں اسلام نے تنسیخ نکاح (یعنی نکاح کو ختم کرنے) کی گنجائش رکھی ہے تاکہ فریقین کو ظلم اور اذیت سے نجات دی جاسکے۔ فقہ اسلامی میں تنسیخ نکاح کی متعدد صورتیں موجود ہیں جیسے خلع، فسخ، طلاق، اور لعان وغیرہ۔ ان تمام صورتوں میں شریعت کا بنیادی اصول یہ ہے کہ عدل، فلاح، اور خیر کا پہلو غالب رہے۔

پاکستان میں اسلامی نظریاتی کونسل ایک اہم آئینی ادارہ ہے جو ملکی قوانین کو اسلامی اصولوں کے مطابق ڈھالنے کی سفارشات پیش کرتا ہے۔ اس ادارے نے مختلف مواقع پر تنسیخ نکاح کی صورتوں سے متعلق سفارشات مرتب کیں جن کا مقصد خواتین کے حقوق کا تحفظ، عدالتی پیچیدگیوں میں کمی، اور اسلامی اصولوں کی روشنی میں بہتر رہنمائی فراہم کرنا رہا ہے۔ اسلامی نظریاتی کونسل کی یہ سفارشات نہ صرف فقہی اصولوں پر مبنی ہیں بلکہ عصری تقاضوں کو بھی مد نظر رکھتی ہیں۔

کونسل نے تنسیخ نکاح کے حوالے سے جن امور پر توجہ دی، ان میں سب سے اہم خلع کے لیے عدالتی تصدیق کی ضرورت، بیوی کی طرف سے فسخ نکاح کے اسباب، شادی شدہ زندگی میں مسلسل ظلم و زیادتی کی صورت میں خاتون کو نکاح ختم کرنے کا حق، اور ازدواجی ناہمواری کی بنیاد پر علیحدگی کے امکانات شامل ہیں۔ کونسل کی بعض سفارشات کے مطابق عورت اگر خلع کی خواہاں ہو، اور شوہر بغیر کسی معقول وجہ کے انکار کرے، تو عدالت کو اختیار حاصل ہو کہ وہ نکاح کو ختم کرے۔ اس کے علاوہ، کونسل نے یہ بھی تجویز دی کہ فسخ نکاح کے لیے مقررہ اسباب کو اسلامی اصولوں اور موجودہ معاشرتی حقائق کے مطابق از سرِ نو ترتیب دیا جائے۔

تنسیخ نکاح کی مختلف صورتوں میں عورت کے لیے حقوق کا تحفظ ہمیشہ ایک حساس مسئلہ رہا ہے۔ بہت سی خواتین معاشرتی دباؤ، قانونی پیچیدگیوں، یا مذہبی الجھنوں کی وجہ سے اپنے شرعی حق سے محروم رہتی ہیں۔ اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات اس خلاء کو پر کرنے کی ایک سنجیدہ کوشش ہیں تاکہ عورت کو اسلامی دائرہ کار میں رہتے ہوئے باعزت طریقے سے نکاح سے علیحدگی کا حق حاصل ہو۔

اس تحقیقی مطالعہ کا مقصد اسلامی نظریاتی کونسل کی ان سفارشات کا تجزیاتی جائزہ لینا ہے جو تنسیخ نکاح کے مختلف پہلوؤں سے متعلق ہیں۔ اس تجزیے میں نہ صرف ان سفارشات کے فقہی و قانونی پس منظر کو دیکھا جائے گا بلکہ ان کی عملی افادیت، سماجی اثرات اور موجودہ عدالتی نظام میں ان کی حیثیت کو بھی پرکھا جائے گا۔ مزید برآں، اس مطالعے میں مختلف مکاتب فکر کی آراء کو بھی شامل کیا جائے گا تاکہ ایک جامع اور غیر جانب دارانہ تجزیہ پیش کیا جاسکے۔

1۔ مذہب کی تبدیلی کی صورت میں فسخ نکاح

کونسل نے 12 فروری 1983 کو چیئرمین کونسل ڈاکٹر تنزیل الرحمن کی صدارت میں منعقدہ اجلاس میں قانون تنسیخ ازدواج مسلمانان ایکٹ 1939ء پر شق وار بحث کرتے ہوئے مذکورہ بالا موضوع پر سفارش مرتب کی۔[1]

کونسل میں بحث:

اجلاس میں قانون تنسیخ ازدواج مسلمانان 1939ء کی دفعہ 4 کو زیر بحث لایا گیا جو کہ درج ذیل ہے:

"ایک شادی شدہ مسلمان خاتون اگر اسلام ترک کردے اور اسلام کے علاوہ کوئی دوسرا عقیدہ اختیار کرلے تو محض اس بنا پر اس کی شادی کی تنسیخ نہیں ہوگی۔ تاہم ترک اسلام کے بعد یا کوئی دوسرا عقیدہ اختیار کرنے کے بعد عورت دفعہ دو کے تحت درج کسی بھی وجہ کے تحت تنسیخ شادی کے لیے ڈگری حاصل کرلے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس عورت پر مذکورہ دفعہ کی قانونی گنجائش کا اطلاق نہیں ہوگا جو کسی دوسرے عقیدے کو چھوڑ کر اسلام قبول کرچکی ہو، وہ عقیدہ جو اس نے اسلام کے ترک کرنے کے بعد اختیار کیا ہو"۔[2]

چیئرمین کونسل ڈاکٹر خالد مسعود نے تحریر ارائے دی کہ قانون تنسیخ ازدواج مسلمان 1939ء سے پہلے زوجین میں سے کسی ایک کے مرتد ہو جانے سے نکاح فسخ ہو جاتا تھا لیکن مذکورہ قانون کے نفاذ کے بعد بیوی کے مرتد ہونے سے نکاح فسخ نہیں ہوتا۔ چنانچہ اگر کوئی کتابی شادی شدہ عورت اسلام ترک

---

[1] ۔ دسویں رپورٹ مسلم عائلی قوانین، ص:42

[2] ۔ مسلم عائلی قوانین آرڈیننس 1961ء نظر ثانی اور سفارشات، ص:20

CC BY

کر دے یا اپنے سابقہ مذہب کو اختیار کر لے تو مذکورہ قانون کی دفعہ 4 کے تحت نکاح فسخ نہیں ہوتا البتہ وہ عورت مذکورہ قانون کی دفعہ 2 کے تحت درج کسی وجہ کے تحت تنسیخ نکاح کا دعوی دائر کر سکتی لیکن جہاں تک مرد کے مرتد ہو جانے کا تعلق ہے تو مرد کے مرتد ہو جانے سے بالاتفاق نکاح فسخ ہو جاتا ہے۔مذکورہ قانون کی دفعہ 4مرد کے مرتد ہو جانے اور نکاح کے فسخ ہونے پر اثر انداز نہیں ہوتی۔چنانچہ مسلمان مرد کے عیسائی ہو جانے سے نکاح فی الفور ختم ہو جائے گا۔اور عدت گزارنے کے بعد عورت دوسرے مرد سے نکاح کر سکتی ہے۔

مذکورہ دفعہ کے احکام ایسی شادی شدہ عورتیں جو کسی غیر کتابی مذہب کی پیروکار تھیں اور بعد میں مسلمان ہو گئیں اور اس کے بعد دوبارہ سابقہ مذہب کی طرف لوٹ گئیں، سے متعلق نہیں ہیں۔چنانچہ ایسی عورتوں کے مرتد ہو جانے سے بھی نکاح فسخ ہو جائے گا۔

سفارش:

مفتی سیاح الدین کاخیل صاحب کی تجویز پر کونسل نے دفعہ 4 کے جملہ شرطیہ کو حذف کرنے کی سفارش پیش کی جو کہ درج ذیل ہے:

"جو عورت بھی اسلام قبول کرنے کے بعد ترک اسلام کی مرتکب ہو خواہ وہ اپنا سابقہ مذہب اختیار کرے یا کوئی اور دیگر مذہب اختیار کرے، اسلام کی رو سے وہ مرتد قرار پاتی ہے۔اور جو اصل قانون میں لکھا گیا ہے کہ عورت کا مرتد ہونا نکاح کو فسخ کرانے کا سبب نہیں بن سکتا اس سے مذکورہ استثناء درست نہیں ہے لہذا فقرہ استثنایہ حذف کیا جائے۔"[3]

کونسل میں مزید غور:

کونسل نے یکم تا2 مئی 1999ء کو چیئرمین کونسل ڈاکٹر محمد شیر زمان کی صدارت میں منعقدہ اپنے136 ویں اجلاس میں قانون ازدواج مسلمانان 1939ء پر دوبارہ سے غور کیا اور کا اس قانون کی دفعہ 4 سے متعلقہ کونسل کی مذکورہ بالا رائے سے اختلاف کرتے ہوئے متفقہ طور پر یہ طے کیا کہ:

"مذکورہ دفعہ کا پہلا حصہ اسی طرح بر قرار رہنے دیا جائے جس میں یہ لکھا ہے کہ ارتداد سے نکاح از خود فسخ نہیں ہوتا. یہ شق خلافِ اسلام نہیں ہے۔[4]

فقہائے کرام میں سے مشائخ بلخ و سمرقند اور بعض مشائخ بخارا، ابو النصر دبوسی، ابو القاسم صفار اور اسماعیل زاہد کا فتویٰ ہے کہ عورت کے مرتد ہونے سے نکاح فسخ نہیں ہوتا بلکہ بدستور یہ عورت سابقہ خاوند کے نکاح میں رہتی ہے۔فتح القدیر، در مختار، شامی، قاضی خان، شرح فقہ الاکبر اور قنیہ میں اس کی تصریح موجود ہے"۔[5]

اور اس اجلاس میں کونسل نے یہ بھی فیصلہ کیا کہ:

"اس شق میں دوسرے فقرہ استثنائیہ کو حذف کر دیا جائے کیونکہ کہ مذکورہ قانون کا تعلق صرف مسلمان خواتین کے فسخ نکاح سے ہے اور دوسرے فقرہ استثنائیہ میں یہ صورت سرے سے موجود ہی نہیں ہے لہذا سفارش کی جاتی ہے کہ اسے حذف کر دیا جائے"[6]

تجزیہ:

کونسل نے مذہب کی تبدیلی کی صورت میں فسخ نکاح سے متعلق **قانونِ انفساخِ ازدواجِ مسلمانان 1939ء** کی دفعہ 4 پر مختلف ادوار میں غور و خوض کیا۔اس دفعہ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر کوئی شادی شدہ مسلمان عورت مرتد ہو جائے اور کوئی دوسرا دین یا عقیدہ اختیار کر لے تو محض اس بنیاد پر اس کا نکاح خود بخود فسخ نہیں ہو گا۔

سب سے پہلے جسٹس تنزیل الرحمن کے دور میں کونسل نے اس دفعہ کا جائزہ لیتے ہوئے یہ رائے دی کہ جو عورت اسلام قبول کرنے کے بعد دوبارہ ترکِ اسلام کرے اور کسی دوسرے مذہب کو اختیار کر لے، وہ شرعاً ارتداد کی مرتکب شمار ہو گی۔لہٰذا دفعہ 4 میں یہ کہنا کہ عورت کا مرتد ہونا فسخ نکاح کا سبب نہیں بنتا، درست موقف نہیں ہے۔

---

[3] ۔دسویں رپورٹ مسلم عائلی قوانین، ص:48

[4] ۔سالانہ رپورٹ 99-1998ء، ص:63

[5] ۔تھانوی، مولانا اشرف علی، الحیلۃ الناجزہ، کتب خانہ امدادیہ دیوبند، ص:174

[6] ۔سالانہ رپورٹ 99-1998ء، ص:64

بعد ازاں ڈاکٹر شیر محمد زمان کے دور میں کونسل نے سابقہ رائے سے اختلاف کرتے ہوئے دفعہ 4 کی تائید کی اور یہ قرار دیا کہ عورت کے مرتد ہونے سے نکاح از خود ختم نہیں ہوتا، نیز یہ شق خلافِ اسلام بھی نہیں ہے۔ اس موقف کے حق میں کونسل نے مشائخ بلخ، سمرقند اور بخارا کے فتاویٰ سے استدلال کیا۔

ہدایہ میں صاحبِ ہدایہ نے نقل کیا ہے کہ قدیم فقہاء کے نزدیک اگر میاں بیوی میں سے کوئی ایک مرتد ہو جائے تو نکاح خود بخود فسخ ہو جاتا ہے۔[7]

فقہائے بخارا کی رائے یہ ہے کہ اگر کوئی عورت اسلام چھوڑ کر کسی دوسرے مذہب میں داخل ہو جائے تو اسے قید میں رکھا جائے یہاں تک کہ وہ دوبارہ اسلام قبول کر لے، اور بعد ازاں اسے اپنے سابق شوہر کے ساتھ نکاح بر قرار رکھنے پر آمادہ کیا جائے۔

اس کے بر عکس فقہائے بلخ و سمرقند کا موقف یہ ہے کہ اگر عورت اسلام ترک کر کے کسی اہلِ کتاب مذہب، مثلاً یہودیت یا عیسائیت، کو اختیار کر لے تو اس کا نکاح فسخ نہیں ہو گا۔[8]

راقم کی رائے میں ڈاکٹر شیر محمد زمان کے دور کی کونسل کی سفارش زیادہ مناسب معلوم ہوتی ہے کہ عورت کے مرتد ہونے سے نکاح خود بخود ختم نہیں ہو گا، تاہم اس میں یہ وضاحت شامل ہونی چاہیے کہ اگر شادی شدہ عورت ترکِ اسلام کے بعد کسی اہلِ کتاب مذہب کو اختیار کرے تو نکاح بر قرار رہے گا۔ البتہ اگر وہ اہلِ کتاب کے علاوہ کسی اور مذہب کو اختیار کرے تو شرعی اعتبار سے اس کے نکاح کے باقی رہنے میں اشکال پیدا ہوتا ہے۔

2۔ شوہر کو سزائے قید کی صورت میں تنسیخ نکاح کا حق:

کونسل نے 12 فروری 1983ء کو چیئرمین کونسل ڈاکٹر تنزیل الرحمن کی صدارت میں منعقدہ اجلاس میں قانون تنسیخ ازدواج مسلمانان ایکٹ 1939ء پر شق وار بحث کرتے ہوئے مذکورہ بالا موضوع پر سفارش مرتب کی۔[9]

کونسل میں بحث:

کونسل کے اجلاس میں پاکستان میں مروجہ قانون، قانون تنسیخ ازدواج مسلمانان 1939ء کی دفعہ 2(3) کو زیر بحث لایا گیا جو کہ درج ذیل ہے:

"زوجہ اس صورت میں تنسیخ نکاح کا حق رکھتی ہے جب اس کے خاوند کو سات سال یا اس سے زیادہ عرصہ کے لئے سزائے قید ہو گئی ہو"۔[10]

اجلاس میں مذکورہ دفعہ سے متعلق چیئرمین کونسل ڈاکٹر تنزیل الرحمن کے تحریری رائے پڑھی گئی جو کہ درج ذیل ہے:

پاکستان میں قانون انفساخ ازدواج مسلمانان 1939ء کے دفعہ 2(3) کی رو سے عورت کو طلب تفریق کا حق دیا گیا ہے جب اس کے خاوند کو سات سال یا اس سے زائد کی سزائے قید ہو چکی ہو۔ مذکورہ دفعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ خاوند کو 7 سال کی قید کا حکم ہوتے ہی بیوی کو حق تفریق پیدا ہو جائے گا اور عورت کو توقف یا انتظار کی ضرورت نہیں۔ مناسب ہو گا کہ مذکورہ دفعہ میں ذکر کردہ 7 سال کی مدت کو کم کر کے تین سال کر دیا جائے بشرطیکہ سزا کی کمی یا موقوفی کے جملہ قانونی مراحل طے ہو چکے ہوں۔ اسی اصول کے تحت مرد کا غائب ہو جانا یا کسی شرعی عذر کے بغیر حقوق زوجیت ادا نہ کرنا مثلاً مباشرت سے گریز کرنا یا انکار کرنا بھی داخل ہیں۔ جیسا کہ دفعہ 2(3) کی ضمنی دفعہ (الف) کے تحت ایسے صورتوں میں تین سال کی مدت کا تعین کیا جانا مذکور ہے۔

کونسل کی سفارش:

چیئرمین کونسل جسٹس تنزیل الرحمن کی رائے کے مطابق کونسل نے دفعہ 2 کی ذیلی دفعہ 3 کے بارے میں درج ذیل سفارش کی کہ:

"سات سال کی مدت کے بجائے تین سال قید کی سزا ہونے پر زوجہ کو طلب تنسیخ نکاح کا حق دیا جانا چاہیے۔"

البتہ ذیلی دفعہ 4 کے بارے میں متفقہ طور پر یہ فیصلہ کیا گیا کہ اس میں ترمیم کی ضرورت نہیں ہے لہذا اس کو جوں کا توں رکھا جائے"۔[11]

---

[7] ۔ المرغینانی، ابوالحسن برہان الدین، الھدایہ فی شرح بدایہ المبتدی، باب نکاح اہل شرک: 1/ 215

[8] ۔ ابن مازہ، برہان الدین ابو المعالی محمود بن احمد بن عبد العزیز البخاری، المحیط البرہانی فی الفقہ النعمانی، باب فی نکاح المرتد، 3/ 141-142

[9] ۔ دسویں رپورٹ مسلم عائلی قوانین، ص:42

[10] ۔ مسلم عائلی قوانین آرڈیننس 1961ء نظر ثانی اور سفارشات، ص:19

[11] ۔ دسویں رپورٹ مسلم عائلی قوانین، ص:45

OPEN ACCESS

مذکورہ دفعہ پر کونسل میں دوبارہ غور:

یکم تا2مئی1999ء کو چیئرمین کونسل ڈاکٹر شیر محمد زمان کی صدارت میں منعقدہ کونسل کے136ویں اجلاس میں مذکورہ دفعہ پر دوبارہ غور کیا گیا۔

کونسل نے مذکورہ دفعہ 2(3) کے حوالے سے کونسل کی سابقہ سفارش (جسٹس تنزیل الرحمن کے دور کی کونسل کی سفارش) سے اتفاق کیا۔[12]

کونسل میں مزید غور:

کونسل نے چیئرمین کونسل مولانا محمد خان شیرانی کی صدارت میں 21-22اکتوبر2014ء کو منعقدہ اپنے196ویں اجلاس میں فسخ نکاح بوجہ سزائے قید کے حوالے سے قانون انفساخ ازدواج مسلمانان1939ء کی دفعہ 2(3) پر دوبارہ غور کیا۔ جس کے مطابق "زوجہ اس صورت میں تنسیخ نکاح کا حق رکھتی ہے جب اس کے خاوند کو سات سال یا اس سے زیادہ عرصہ کے لئے سزائے قید ہوگئی ہو"۔

علماء کا اعتراض:

مذکورہ بالا دفع پر علماء کی طرف سے درج ذیل اعتراض کیا گیا کہ:

"درج بالا دفعہ بالکل حذف کرنے کے قابل ہے کیونکہ سزاؤں میں تخفیف بھی ہو جاتی ہے اور دوسری طرف اگر خرچہ کا کوئی انتظام موجود ہو تو سات سال تو کیا دس بارہ سال بھی شرکت زندگی کی قطع کی کوئی وجہ نہیں ہونی چاہیے ہاں البتہ اگر خرچے کی کوئی صورت نہ ہو تو پھر بے شک ایک سال بھی زائد ہے"۔[13]

شعبہ تحقیق کا مختصر تبصرہ:

شعبہ تحقیق نے تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ مذکورہ دفعہ 2(3) محل نظر ہے کیونکہ سزائے قید اگرچہ وہ سات سال ہو جیسا کہ مذکورہ دفعہ میں ذکر ہے یا تین سال ہو جیسا کہ کونسل کی سابقہ کا سفارش میں ذکر ہے، کی بنا پر نکاح کے فسخ کرنے کی اجازت دینا در حقیقت خاندانی نظام کے منتشر ہونے کا باعث بنے گا۔ ہمارے ملک میں مدتوں تک قیدی جیلوں میں پڑے رہتے ہیں جن کی اولادوں کو سہارے کی ضرورت ہوتی ہے، لہذا کونسل اس حوالے سے مذکورہ دفعہ اور سابقہ سفارشات پر غور کرے۔[14]

شعبہ ریسرچ کے ریسرچ نوٹ کا خلاصہ:

شعبہ ریسرچ نے مذکورہ بالا دفعہ اور کونسل کی سابقہ سفارشات کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک ریسرچ نوٹ تحریر کیا جس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

دلیل شرعی نہ ہونے کی وجہ سے شوہر کے قید ہونے کی صورت میں جمہور فقہاء نے فسخ نکاح کی اجازت نہیں دی ہے۔ البتہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مذکورہ صورت میں مفقود الخبر کے بیوی پر قیاس کرتے ہوئے تفریق کی اجازت دی۔[15]

اراکین کونسل کی آراء کا خلاصہ:

چیئرمین کونسل مولانا محمد خان شیرانی نے کہا کہ قرآن سنت کی رو سے میاں بیوی کے باہمی تعلق اور نکاح کے لغوی مطالب کو مدنظر رکھنا چاہیے۔[16]

جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ:

"هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَ اَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ "۔[17]

"وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کے لباس ہو۔"

---

[12] ۔ سالانہ رپورٹ 1998-99ء، ص:56

[13] ۔ تھانوی، مولانا احتشام الحق، عائلی قوانین اور اختلافی نوٹ، مکتبہ احتشامیہ جیکب لائن کراچی، ص:201

[14] ۔ سالانہ رپورٹ 2014-15ء، ص:22

[15] ۔ سالانہ رپورٹ 2014-15ء، ص:180

[16] ۔ سالانہ رپورٹ 2014-15ء، ص:23

[17] ۔ البقرہ2/187

اس آیت میں میاں بیوی کو ایک دوسرے کا لباس قرار دیا گیا ہے۔ اسی طرح ایک اور آیت میں ارشاد ہے کہ:

"لِّتَسۡكُنُوٓاْ إِلَيۡهَا"۔[18]

"تاکہ تم ان سے سکون حاصل کرو۔"

اور نکاح کا مطلب لغت کے رو سے یہ ہوتا ہے کہ "جذب ہو جانا" اور "ایک چیز کا دوسری چیز میں سما جانا"

مذکورہ آیاتِ قرآنیہ اور لغوی دلائل کی روشنی میں یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ میاں بیوی ایک دوسرے کے لیے لباس، باعثِ سکون، قربت اور باہمی جذب و انضمام کا ذریعہ ہیں۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ زوجین کا تعلق محض قانونی یا سماجی معاہدہ نہیں بلکہ ایسا گہرا رشتہ ہے جو "یک جان دو قالب" کی کیفیت رکھتا ہے، جہاں دوئی کے بجائے وحدت اور ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔

ان تمام دلائل کا تقاضا یہ ہے کہ میاں بیوی کا تعلق ہر قسم کی خود غرضی اور مفاد پرستی سے پاک ہونا چاہیے۔ اس تناظر میں اگر خاوند کے قید ہونے کی بنا پر بیوی کو فوری فسخِ نکاح یا علیحدگی کا حق دیا جائے تو بظاہر یہ معاملہ خود غرضی سے خالی محسوس نہیں ہوتا۔ اگر یہ کہا جائے کہ شوہر کے جیل میں ہونے کی وجہ سے بیوی کو فسخِ نکاح کا حق اس لیے دیا جائے کہ بچوں کی کفالت اور عورت کے نان و نفقہ کا مسئلہ پیدا ہو جاتا ہے، تو سوال یہ ہے کہ کیا عدالتی تفریق کے بعد واقعی بچوں کی کفالت اور بیوی کے اخراجات کا مکمل بندوبست ہو جائے گا؟ مزید یہ کہ شوہر کے قید میں ہونے کی صورت میں زیادہ ہمدردی کا مستحق کون ہے؟ بظاہر شوہر زیادہ رحم و تعاون کا حق دار ہے، کیونکہ وہ جیل کی صعوبتوں میں مبتلا ہے جبکہ بیوی آزاد ماحول میں ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اس نوعیت کے کئی مسائل مغربی تہذیب کے اثرات کے نتیجے میں پیدا ہو رہے ہیں، جہاں نکاح کو زیادہ تر خواہشات اور شخصی مفادات کے تناظر میں دیکھا جاتا ہے۔ اگر اسلامی شریعت کے مقاصد اور خاندانی نظام کی روح کو سامنے رکھا جائے تو ایسے مسائل بڑی حد تک پیدا ہی نہ ہوں۔ لہٰذا ہمیں یہ فیصلہ کرنا ہو گا کہ ہم اسلامی اقدار و روایات کو اختیار کرنا چاہتے ہیں یا بدلتے ہوئے معاشرتی رجحانات کے مطابق اسلامی تعلیمات کو ڈھالنا چاہتے ہیں۔

مفتی غلام مصطفیٰ رضوی اور مفتی ابراہیم قادری نے اس سلسلے میں رائے دیتے ہوئے کہا کہ چیئرمین کونسل کی گفتگو بجا ہے، لیکن راحت و سکون کا حصول یک طرفہ نہیں بلکہ دو طرفہ معاملہ ہے۔ یعنی میاں اور بیوی دونوں کو ایک دوسرے سے سکون حاصل ہونا چاہیے۔ شوہر کے قید ہونے کی صورت میں عورت کے متعدد حقوق متاثر ہوتے ہیں، مثلاً: (1) نان و نفقہ، (2) حقِ زوجیت، (3) سماجی وقار۔ مزید یہ کہ قید کی سزا دو صورتوں میں ہو سکتی ہے: یا تو شوہر بے گناہ ہو، یا واقعی کسی جرم کا مرتکب ہوا ہو۔ اگر جرم ثابت ہو تو اس کے نتیجے میں بیوی اور اس کے خاندان کی ساکھ بھی متاثر ہوتی ہے۔ جہاں تک نفقہ کے مطالبے کا تعلق ہے، تو یہ خود غرضی نہیں بلکہ ایک بنیادی ضرورت ہے۔

اسی بنا پر ان حضرات کے نزدیک فقہِ مالکی اور علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے موقف کو اختیار کرنا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ نیز کونسل کو چاہیے کہ اس پہلو پر غور کرے کہ اگر صرف قید کی وجہ سے عورت کو تنسیخِ نکاح کا حق نہ دیا جائے تو پھر بیوی اور بچوں کے نفقہ کی ذمہ داری بیت المال پر عائد ہونی چاہیے۔

مولانا فضل علی حقانی نے رائے دیتے ہوئے کہا کہ اگر شوہر کے قید ہونے کی صورت میں عورت کو فسخِ نکاح کا حق دے دیا جائے تو اس سے معاشرے میں شدید انتشار پیدا ہونے کا اندیشہ ہے، کیونکہ بہت سے مقدمات ایسے ہوتے ہیں جن میں سزا بعد میں ختم یا کم ہو جاتی ہے۔ مزید یہ کہ ہمارے معاشرے میں پہلے ہی ایسے متعدد مسائل موجود ہیں جہاں معمولی گھریلو اختلافات کی بنا پر لڑکی کے اہل خانہ اسے میکے بٹھا لیتے ہیں اور بعد ازاں عدالت سے فسخِ نکاح کی ڈگری لے کر دوسری جگہ نکاح کر دیتے ہیں، حالانکہ بعض اوقات میاں بیوی دونوں اس پر راضی نہیں ہوتے۔ یہ صورت دراصل نکاح علی النکاح کے مشابہ ہے۔ البتہ ان کے نزدیک بہتر یہ ہے کہ جیلوں کے نظام میں ایسی اصلاحات کی جائیں جن کے ذریعے مخصوص اوقات میں میاں بیوی کی ملاقات ممکن ہو سکے، جیسا کہ صوبہ خیبر پختونخوا میں متحدہ مجلس عمل کے دورِ حکومت میں اس نوعیت کا نظام نافذ کیا گیا تھا۔

چیئرمین کونسل مولانا محمد خان شیرانی، مولانا محمد ادریس سومرو اور امین شہیدی نے اپنی رائے میں کہا کہ مذکورہ تفصیلی بحث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صرف سزائے قید فسخِ نکاح کا سبب نہیں بن سکتی۔ اصل مسئلہ نفقہ کی عدم ادائیگی ہے، اور نفقہ کی بنیاد پر تفریق سے متعلق فیصلہ پہلے ہی کیا جا چکا ہے، اس لیے مذکورہ دفعہ کی الگ حیثیت باقی

---

[18] ۔ الروم 30/21

OPEN ACCESS

نہیں رہتی۔ چنانچہ ضروری ہے کہ ان تمام آراء کی روشنی میں مزید تحقیقی جائزہ لیا جائے کہ آیا سزائے قید بذاتِ خود فسخِ نکاح کے اسباب میں شامل ہے یا نہیں۔ نیز شعبۂ تحقیق بھی اس مسئلے پر مستقل علمی تحقیق کرے۔[19]

مذکورہ دفعہ سے متعلق کونسل میں مزید غور:

کونسل نے 20-21 جنوری 2015ء کو چیئرمین کونسل مولانا محمد خان شیرانی کی صدارت میں منعقدہ اپنے 197 ویں اجلاس میں مذکورہ دفعہ پر ایک مرتبہ پھر سے غور کیا۔

شعبہ تحقیق کے ریسرچ نوٹ کا خلاصہ:

شعبہ ریسرچ نے سابقہ اجلاس میں کی گئی ہدایت کے مطابق ریسرچ نوٹ تیار کر کے کے 197 ویں اجلاس میں پیش کیا جس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

- حنفیہ، مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک سزائے قید فسخ نکاح کے اسباب میں سے نہیں ہے۔
- حنابلہ کے ہاں خاوند کو سزائے قید کی صورت میں بیوی کو فسخِ نکاح کا اختیار حاصل ہے۔
- خاوند کو سزائے قید کی صورت میں فسخِ نکاح کا خیار عورت کو دینے کا قول مالکیہ کی طرف منسوب کرنا درست نہیں ہے۔
- شام اور مصر کے مروجہ قوانین کے مطابق خاوند کی قید کی صورت میں عورت کو فسخِ نکاح کا خیار حاصل ہے۔
- مصر کے قانون کے مطابق اس فسخ کی صورت میں طلاقِ بائن ہو گی اور شام کے قانون کے مطابق اس فسخ صورت میں طلاقِ رجعی ہو گی۔
- وقت، ضرورت اور حالات کے پیش نظر حنابلہ کے قول کو اختیار کرنا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔
- کونسل کی سابق سفارش کے مطابق سزائے قید کی مدت تین سال ہونے کی صورت میں فسخِ نکاح کا اختیار دے دیا جائے۔

اراکینِ کونسل کے آراء کا خلاصہ:

مفتی ابراہیم قادری نے اپنی رائے دیتے ہوئے کہا کہ اس مسئلے کے بارے میں میری وہی رائے ہے جس کا اظہار میں سابقہ اجلاس میں کر چکا ہوں۔

چیئرمین کونسل نے اظہارِ خیال کرتے ہوئے کہا کہ اصل اشتباہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہماری گفتگو ایک رخ پر ہوتی ہے، جبکہ نکاح کا بنیادی فلسفہ اس سے مختلف ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ گزشتہ اجلاس میں آیاتِ قرآنیہ، روایات اور دیگر دلائل کی روشنی میں یہ واضح کیا جا چکا ہے کہ میاں بیوی کا تعلق ایک نہایت خاص اور منفرد نوعیت کا رشتہ ہے۔ اس رشتے کا تقاضا یہ ہے کہ جب زوجین میں سے کوئی ایک مشکلات اور آزمائش میں مبتلا ہو تو دوسرا اس کا سہارا بنے، اس کی مدد کرے اور مشکلات میں اس کا معاون ثابت ہو، نہ کہ اسے چھوڑنے یا علیحدگی اختیار کرنے کی کوشش کرے۔

چیئرمین کونسل نے مزید کہا کہ ہمیں اسلامی طرز زندگی کو مغربی فکر سے جدا رکھنا ہو گا، کیونکہ مغربی معاشرت میں رشتوں کو انفرادی حیثیت سے دیکھ کر ان کے حقوق متعین کیے جاتے ہیں، جبکہ اسلامی طرزِ فکر اجتماعیت پر مبنی ہے، جہاں تمام رشتوں کو ایک اجتماعی نظام کے اندر رکھ کر ان کے حقوق و فرائض کا تعین کیا جاتا ہے۔

چونکہ کونسل اپنے سابقہ اجلاس میں اس اصل دفعہ کو مسترد کر چکی ہے جس میں قید کی بنیاد پر فسخِ نکاح کا اختیار دینے کی تجویز تھی، اس لیے وہی سابقہ فیصلہ برقرار رکھا جائے۔[20]

کونسل کا فیصلہ:

کونسل نے مذکورہ بالا تفصیلی بحث کے بعد حسب ذیل فیصلہ کیا کہ:

"دفعہ 2(3) کو حذف کر دیا جائے"۔[21]

---

[19] ۔ سالانہ رپورٹ 15-2014ء، ص:24-23

[20] ۔ سالانہ رپورٹ 15-2014ء، ص:49-48

[21] ۔ سالانہ رپورٹ 15-2014ء، ص:157

تجزیہ:

خاوند کو سزائے قید ہونے کی صورت میں عورت کے لیے حقِ تنسیخِ نکاح کے مسئلے پر کونسل نے **قانونِ انفساخِ ازدواجِ مسلمانان 1939**ء کی دفعہ 2(3) کا جائزہ لیا۔ اس دفعہ کے مطابق اگر شوہر کو سات سال قید کی سزا ہو جائے تو بیوی کو نکاح ختم کروانے کا حق حاصل ہوتا ہے۔

اس سلسلے میں سب سے پہلے جسٹس تنزیل الرحمن کی صدارت میں کونسل نے غور کیا اور اس مسئلے کو شوہر کے مفقود الخبر ہونے یا بلا عذرِ شرعی مباشرت سے انکار کرنے کے مشابہ قرار دیتے ہوئے سفارش کی کہ مذکورہ دفعہ میں سات سال کی مدت کے بجائے اگر شوہر کو تین سال قید کی سزا ہو تو بیوی کو تنسیخِ نکاح کا حق دیا جانا چاہیے۔

اس کے بعد ڈاکٹر شیر محمد زمان کے دور میں کونسل نے اس مسئلے پر دوبارہ غور کیا اور سابقہ سفارش سے اتفاق کیا۔

بعد ازاں مولانا محمد خان شیرانی کے دور میں کونسل نے اس مسئلے کا از سرِ نو جائزہ لیا۔ تفصیلی بحث کے بعد یہ قرار دیا گیا کہ چونکہ جمہور فقہاء کے نزدیک محض سزائے قید کی بنیاد پر زوجہ کو تنسیخِ نکاح کا حق حاصل نہیں ہوتا، اور یہاں دراصل فسخِ نکاح کا حق نفقہ کی عدم ادائیگی کی وجہ سے دیا جا رہا ہے، جبکہ نفقہ کی عدم ادائیگی کے سبب تنسیخِ نکاح کے بارے میں کونسل پہلے ہی فیصلہ دے چکی ہے، اس لیے دفعہ 2(3) کی الگ سے ضرورت باقی نہیں رہتی۔ چنانچہ سفارش کی گئی کہ مذکورہ دفعہ 2(3) کو حذف کر دیا جائے۔

خاوند کے قید ہونے کی صورت میں بیوی کے لیے حقِ تنسیخِ نکاح کے مسئلے میں فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ جمہور فقہاء کے نزدیک زوجہ کو اس بنیاد پر تفریق کا حق حاصل نہیں ہے۔ چنانچہ **المغنی** میں ابن قدامہ نے لکھا ہے:

"فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر شوہر قید میں ہو تو بیوی اس وقت تک دوسرا نکاح نہیں کر سکتی جب تک اس کی وفات کا یقین نہ ہو جائے۔"۔[22]

اور دوسری رائے کے مطابق مذکورہ صورت میں بیوی کو تنسیخِ نکاح کا حق حاصل ہے۔ جیسا کہ شرح قانون الاحوال الشخصیۃ میں ڈاکٹر مصطفی سباعی ہیں لکھتے ہیں کہ:

"امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے مذہب کے مطابق قید کی وجہ سے تفریق کا حق حاصل ہے اور امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بھی صراحتاً کہا ہے کہ قیدی کا حکم غائب (مفقود الخبر) جیسا ہے"۔[23]

راقم الحروف کی رائے کے مطابق جسٹس تنزیل الرحمن کے دور کی کونسل کی سفارش مناسب اور مفید ہے کیونکہ شوہر کے قید ہونے کی صورت میں زوجہ کو تنسیخِ نکاح کا حق دینا دراصل مرد کے غائب (مفقود الخبر) ہو جانے کی مانند ہے جس کا مقصد عورت کو ضرر سے محفوظ رکھنا ہے۔

3۔ خیار البلوغ کی صورت میں حقِ تفریق

اسلامی نظریاتی کونسل نے مختلف ادوار میں قانون تنسیخ ازدواج مسلمانان 1939ء پر غور و خوض کر کے خیارِ بلوغ سے متعلق سفارشات مرتب کیں۔

سب سے پہلے 12 فروری 1983ء کو چیئرمین کونسل ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن کی صدارت میں منعقدہ اجلاس میں قانون تنسیخ ازدواج مسلمانان ایکٹ 1939ء پر شق وار بحث کرتے ہوئے مذکورہ بالا موضوع پر سفارش مرتب کی۔[24]

دفعہ 2(7):

کونسل کے اجلاس میں پاکستان کے مروجہ قانون، قانون تنسیخ ازدواج مسلمانان 1939ء کی دفعہ 2(7) کو زیرِ بحث لایا گیا جو کہ درج ذیل ہے:

"لڑکی تنسیخِ نکاح کی ڈگری حاصل کرنے کا حق رکھتی ہے جب:

اس کی شادی اس کے والد یا لواحقین میں سے کسی نے 16 سال کی عمر کو پہنچنے سے پہلے ہی کر دی ہو اور اس نے 18 سال کی عمر سے پہلے ہی شادی سے کنارہ کشی

---

[22] ۔ ابن قدامہ، موفق الدین عبد اللہ بن احمد ابن قدامہ، المغنی، 9/130

[23] ۔ مصطفی سباعی، ڈاکٹر، شرح قانون الاحوال الشخصیہ، 1/237

[24] ۔ دسویں رپورٹ مسلم عائلی قوانین، ص:42

اختیار کرلی ہو بشرطیکہ کہ فریقین کے درمیان حقیقی تخلیہ واقع نہ ہو۔"[25]

کونسل میں بحث:

اجلاس میں مذکورہ دفعہ سے متعلق چیئرمین کونسل ڈاکٹر تنزیل الرحمن کی تحریری رائے پڑھی گئی جو کہ درج ذیل ہے:

پاکستان میں رائج قانون انفساخ ازدواج مسلمانان 1939ء کی دفعہ 2(7) میں یہ صراحت نہیں کی گئی کہ اگر نکاح کا علم ہی اٹھارہ سال کی عمر کو پہنچنے کے بعد ہو تو پھر کیا صورت ہوگی؟ لہٰذا مذکورہ دفعہ میں مناسب ترمیم کر کے نکاح کے علم کی صراحت کرنا ضروری ہے۔

کونسل کا فیصلہ:

کونسل نے مذکورہ رائے پر تفصیلی بحث و تمحیص کے بعد متفقہ طور پر مذکورہ دفعہ میں درج ذیل ترمیم منظور کی:

"دفع 2(7) میں اس طرح ترمیم کی جائے کہ لڑکی کی شادی اس کے والد یا کسی دیگر سرپرست کی ایماء پر بلوغت کی عمر کو پہنچنے سے پہلے کی گئی ہو، جسے وہ بالغ ہونے کے بعد یا نکاح کا علم ہونے کے بعد خواہ وہ (نکاح کا علم) بلوغت کے بعد ہو، خیار بلوغ کا حق استعمال کرتے ہوئے رد کردے"۔[26]

مذکورہ دفعہ پر دوبارہ غور:

چیئرمین کونسل ڈاکٹر شیر محمد زمان کے دور میں مورخہ یکم تا 2 مئی 1999ء کو منعقدہ کونسل کے 136ویں اجلاس میں قانون انفساخ ازدواج مسلمانان 1939ء کے دفعہ 2(7) پر دوبارہ غور و خوض کیا گیا اور مذکورہ دفعہ کے حوالے سے کونسل نے اپنی سابقہ کونسل کے فیصلے سے اتفاق کیا۔[27]

کونسل میں دوبارہ غور:

چیئرمین کونسل مولانا محمد خان شیرانی کے دور میں قانون انفساخ ازدواج مسلمان 1939ء پر دوبارہ غور کیا گیا۔ کونسل نے 10-11 مارچ 2014ء کو منعقدہ اپنے 194ویں اجلاس میں بچوں کی شادی کی ممانعت کا ایکٹ 1929ء پر غور کرتے ہوئے اپنے فیصلے میں قرار دیا کہ:

"شرعی طور پر نابالغ بچوں کا نکاح جائز ہے تاہم بلوغت سے پہلے رخصتی مفاسد سے خالی نہیں ہے لہٰذا رخصتی پر قانونی پابندی عائد کرنا ضروری ہے۔ اور اس کی خلاف ورزی پر سزا کا عائد کرنا بھی ضروری ہے۔ مزید یہ کہ کوئی ایسی روایت یا فقہاء کا کوئی قول ایسا تلاش کیا جائے جس میں باپ یا دادا کے کیے ہوئے نکاح میں بھی بچہ / بچی کو خیار بلوغ حاصل ہو اور اس پر آئندہ اجلاس میں غور کیا جائے۔"[28]

ریسرچ نوٹ کا خلاصہ:

خیار بلوغ سے متعلق شعبہ ریسرچ نے ایک تحقیقی نوٹ کونسل کی ہدایت کے مطابق تیار کیا جس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

- جمہور ائمہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ والد کے کیے ہوئے نکاح کی صورت میں بچہ یا بچی کو خیار بلوغ حاصل نہیں ہوگا الا یہ کہ والد نے سوء اختیار سے کام لیا ہو۔
- حنفیہ جعفریہ اور بچی کی صورت میں شافعیہ کے ہاں دادا کے کیے ہوئے نکاح کا حکم بھی باپ والا ہے۔
- مالکیہ کے نزدیک باپ کی طرف سے مقرر کردہ شخصیت اور وصی کے کیے ہوئے نکاح کا حکم بھی باپ والا ہے۔
- امام طاوس، علامہ ابن الجوزی اور قاضی شریح کے نزدیک والد کے کیے ہوئے نکاح میں بھی بچیا یا بچے کو خیار بلوغ حاصل ہوگا۔[29]

اراکین کونسل کی تحریر آراء کا خلاصہ:

---

[25] ۔ مسلم عائلی قوانین آرڈیننس 1961ء نظر ثانی اور سفارشات، ص:19

[26] ۔ دسویں رپورٹ، مسلم عائلی قوانین، ص:46

[27] ۔ سالانہ رپورٹ 99-1998ء، ص:58-57

[28] ۔ سالانہ رپورٹ 14-2013ء، ص:155

[29] ۔ سالانہ رپورٹ 14-2013ء، ص:155

مفتی ابراہیم قادری نے تحریری رائے دیتے ہوئے کہا کہ ائمہ اربعہ، یعنی حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی مذاہب، نیز فقہ جعفریہ کے نزدیک باپ، اور اکثر فقہاء کے نزدیک دادا، کے کیے ہوئے نکاح کے منعقد ہونے پر اتفاق پایا جاتا ہے، اور ایسی صورت میں بچے یا بچی کو خیارِ بلوغ حاصل نہیں ہوتا۔ البتہ اگر باپ یا دادا کے کیے ہوئے نکاح میں شفقت و مصلحت کا پہلو مفقود ہو اور سوء اختیار پایا جائے تو بچے یا بچی کو خیارِ بلوغ حاصل ہوگا۔

تاہم قاضی شریح، امام طاؤس اور بعض فقہائے عراق کے نزدیک بچے یا بچی کو مطلقاً خیارِ بلوغ حاصل ہوتا ہے، خواہ باپ یا دادا نے سوء اختیار سے کام لیا ہو یا نہ لیا ہو۔ مفتی صاحب نے مزید کہا کہ عصر حاضر میں بھی بہت سے والدین اور آباواجداد ایسے نکاح کرتے ہیں جو طمع، لالچ، ظلم اور بدنیتی پر مبنی ہوتے ہیں، لہٰذا ان کے کیے ہوئے نکاح میں صرف خیار دینے کے بجائے اصل نکاح ہی منعقد نہیں ہونا چاہیے۔

رکن کونسل مولانا فضل علی حقانی نے تحریری رائے میں کہا کہ باپ یا دادا کے کیے ہوئے نکاح میں بچے یا بچی کو خیارِ بلوغ حاصل نہ ہونے پر فقہاء کا تقریباً اتفاق ہے، البتہ سوء اختیار کی صورت میں خیارِ بلوغ حاصل ہوگا۔

مولانا محمد ادریس سومرو نے تحریری رائے دیتے ہوئے کہا کہ مذکورہ مسئلہ مجتہد فیہ ہے اور اس میں تین آراء پائی جاتی ہیں:

1. یہ نکاح سرے سے منعقد ہی نہیں ہوگا۔
2. نکاح منعقد ہوگا، لیکن بچے یا بچی کو خیارِ بلوغ حاصل ہوگا۔
3. نکاح منعقد ہوگا اور خیارِ بلوغ بھی حاصل نہیں ہوگا، سوائے اس صورت کے کہ سوء اختیار پایا جائے، تو پھر خیارِ بلوغ حاصل ہوگا۔

انہوں نے مزید کہا کہ موجودہ دور میں نابالغوں کے نکاح میں عموماً متعدد مفاسد پائے جاتے ہیں، اس لیے بعض فقہاء کے قول کی بنیاد پر قانون سازی کی جانی چاہیے۔ جس طرح کونسل نے سابقہ سفارش میں مفاسد کے پیشِ نظر نکاح کو جائز قرار دیتے ہوئے رخصتی پر پابندی عائد کرنے کی سفارش کی تھی، اسی طرح اب بھی یہ سفارش کی جانی چاہیے کہ اگر باپ یا دادا معروف بسوء اختیار نہ بھی ہوں تب بھی نکاح کی صورت میں بچے یا بچی کو خیارِ بلوغ حاصل ہونا چاہیے، اور اگر باپ یا دادا معروف بسوء اختیار ہوں تو ان کے کیے ہوئے نکاح کو سرے سے منعقد ہی نہ مانا جائے۔[30]

رکن کونسل علامہ محمد یوسف اعوان نے مفتی ابراہیم قادری کی دی ہوئی رائے کی تائید کی۔

رکن کونسل جسٹس میاں نذیر اختر نے رائے دیتے ہوئے کہا کہ باپ دادا کے کیے ہوئے نکاح میں بھی بچہ یا بچی کو خیارِ بلوغ کا حق حاصل ہونا چاہیے اور یہ حکم شریعت کے مطابق ہوگا۔[31]

جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہے کہ:

"فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ۔"[32]

"عورتوں میں سے جو تمہیں اچھی لگیں ان سے نکاح کرو"۔

جسٹس میاں نذیر اختر نے کہا کہ اس آیت کا تقاضہ یہ ہے کہ جب بچہ یا بچی کو بلوغت کے بعد باپ / دادا کا کیا ہوا نکاح پسند نہ آئے تو ان کو خیار بلوغ کا حق حاصل ہونا چاہیے۔

رکن کونسل میاں پیر عبد الباقی نے رائے دیتے ہوئے کہا کہ مجھے ان باتوں سے اتفاق نہیں ہے کہ باپ دادا کے کیے ہوئے نکاح میں لڑکا یا لڑکی کو خیار بلوغ حاصل ہونا چاہیے بلکہ میری رائے یہ ہے کہ باپ دادا کی نظر میں اولاد کی خیر خواہی ہوتی ہے اس لیے ان کے کیے ہوئے نکاح میں خیار بلوغ نہیں ملے گا۔

رکن کونسل میاں پیر عبد الباقی نے اپنی رائے دیتے ہوئے کہا کہ وہ اس بات سے اتفاق نہیں کرتے کہ باپ یا دادا کے کیے ہوئے نکاح میں لڑکے یا لڑکی کو خیارِ بلوغ حاصل ہونا چاہیے۔ ان کے نزدیک والدین اور آباواجداد اپنی اولاد کی خیر خواہی کو پیشِ نظر رکھتے ہیں، اس لیے ان کے کیے ہوئے نکاح میں خیارِ بلوغ نہیں دیا جانا چاہیے۔

---

[30] ۔ سالانہ رپورٹ 14-2013ء، ص: 156-157

[31] ۔ سالانہ رپورٹ 14-2013ء، ص 158

[32] ۔ النساء 3/4

سعید احمد شاہ گجراتی نے رائے دیتے ہوئے کہا کہ موجودہ دور میں بچپن کے نکاح کی نہ تو کوئی حقیقی ضرورت باقی رہی ہے اور نہ ہی یہ فرض یا واجب ہے، بلکہ یہ اباحت کے دائرے میں آتا ہے، لہٰذا ایسے امور پر قانونی پابندی عائد کرنے میں کوئی شرعی قباحت نہیں۔[33]

چیئرمین کونسل نے اس مسئلے پر تفصیلی بحث کے بعد دو تجاویز پیش کیں:

اول یہ کہ اولیاء کو چاہیے کہ وہ بچوں کا نکاح منعقد کرنے کے بجائے صرف منگنی یا نکاح کا وعدہ کریں، کیونکہ منگنی اور نکاح دو الگ امور ہیں۔

دوم یہ کہ اولیاء کو بچوں کا نکاح کرانے کی اجازت تو ہو، لیکن اگر سوء اختیار کی صورت پیدا ہو تو بچوں کو بلوغت کے بعد خیار بلوغ کا حق حاصل ہونا چاہیے۔ ساتھ ہی موجودہ دور میں سوء اختیار اور مفاسد کی ان صورتوں کی تعیین بھی ضروری ہے جن میں ولی کو نکاح کرانے کا مجاز نہ سمجھا جائے۔ اگر ایسی صورتوں میں نکاح کرایا جائے تو خیارِ بلوغ استعمال کرتے ہوئے نکاح ختم کیا جا سکے۔

کونسل کے تمام اراکین نے چیئرمین کونسل کی تجاویز کی تائید کی اور فیصلے کے متن کی تیاری کے لیے ایک کمیٹی تشکیل دی، جس میں مولانا حنیف جالندھری، مفتی ابراہیم قادری، مولانا محمد ادریس سومرو، محمد الیاس خان (ڈائریکٹر جنرل ریسرچ)، ڈاکٹر انعام اللہ (چیف ریسرچ آفیسر) اور علامہ امین شہیدی شامل تھے۔ کمیٹی نے فیصلے کا مسودہ تیار کر کے کونسل کے سامنے پیش کیا، جسے معمولی ترامیم کے ساتھ منظور کر لیا گیا۔ تاہم رکنِ کونسل سعید احمد شاہ گجراتی نے اس فیصلے سے اختلاف کیا۔[34]

کونسل کا فیصلہ / سفارش

کونسل نے تفصیلی غور و خوض کے بعد درج ذیل سفارشات پیش کیں:

شرعی اعتبار سے نابالغ بچوں کا نکاح جائز ہے، تاہم بلوغت سے قبل رخصتی مفاسد سے خالی نہیں، لہٰذا رخصتی پر قانونی پابندی عائد کرنا ضروری ہے، اور خلاف ورزی کی صورت میں سزا مقرر کی جانی چاہیے۔

باپ اور دادا کے علاوہ دیگر اولیاء کی طرف سے کیے گئے بچپن کے نکاح کی صورت میں لڑکے اور لڑکی دونوں کو مطلق خیارِ بلوغ حاصل ہو گا۔ البتہ باپ یا دادا کی طرف سے کیے گئے نکاح میں خیارِ بلوغ اسی وقت حاصل ہو گا جب ان کی طرف سے سوء اختیار یا کسی مفسدہ کا ارتکاب ہوا ہو۔

موجودہ زمانے میں سوء اختیار اور مفسدہ کی بعض نمایاں صورتیں درج ذیل ہیں:

1. سوارہ، ونی، سنگ چٹی (یعنی تنازعات کے تصفیے یا جرمانے کے طور پر بچی کا نکاح کرنا)
2. خرید و فروخت یا لین دین کی غرض سے نکاح
3. دیگر مالی فوائد کے حصول کے لیے نکاح
4. ایسے لڑکے سے نکاح جس کا فسق و فجور علانیہ ہو، مثلاً منشیات، شراب یا دیگر اخلاقی برائیوں میں مبتلا ہونا۔

اس نوعیت کی تمام صورتوں میں اولیاء، حتیٰ کہ باپ اور دادا کی طرف سے بھی نکاح کرانا ناجائز عمل ہو گا، اور ایسے نکاح کو ختم کروایا جا سکے گا۔[35]

کونسل میں مذکورہ مسئلہ پر ایک مرتبہ پھر سے غور:

خیار بلوغ کے حوالے سے کونسل نے 21-22 اکتوبر 2014ء کو چیئرمین کونسل مولانا محمد خان شیرانی کی صدارت میں منعقدہ 196ویں اجلاس میں مذکورہ دفعہ 2(7) پر ایک مرتبہ پھر غور کیا۔

کونسل کے اجلاس میں مذکورہ دفعہ اور کونسل کی سابقہ تمام سفارشات کو زیر بحث لایا گیا اور تفصیلی بحث و تمحیص کے بعد کونسل نے 195ویں اجلاس میں پیش

---

[33] ۔ سالانہ رپورٹ 2013-14ء، ص:159

[34] ۔ سالانہ رپورٹ 2013-14ء، ص:161-162

[35] ۔ سالانہ رپورٹ 2013-14ء، ص:188-189

OPEN ACCESS

کیے گئے فیصلے کی توثیق کی اور دفعہ 2(7) کو حذف کرنے کی ہدایت کی۔[36]

کونسل کا فیصلہ / سفارش:

"دفعہ 2(7) کو حذف کیا جائے اور خیار بلوغ کے حوالے سے 195 اجلاس میں کیے گئے فیصلے کو بر قرار رکھنے کی سفارش کی"۔[37]

تجزیہ:

راقم الحروف کی رائے میں بچہ یا بچی کو مطلق خیارِ بلوغ دینے کی سفارش زیادہ مناسب معلوم ہوتی ہے، کیونکہ شریعت نے لڑکے اور لڑکی دونوں کو نکاح بر قرار رکھنے یا فسخ کرنے کا بنیادی حق عطا کیا ہے۔ تاہم خیارِ بلوغ کے مسئلے میں کونسل نے **قانونِ انفساخِ ازدواجِ مسلمانان 1939**ء کی دفعہ **2(7)** پر مختلف ادوار میں غور کرتے ہوئے متنوع سفارشات پیش کیں۔

سب سے پہلے جسٹس تنزیل الرحمن کے دور میں کونسل نے اس دفعہ کا جائزہ لیا اور معمولی ترمیم کے ساتھ یہ سفارش کی کہ اگر باپ یا دیگر اولیاء میں سے کوئی شخص بچہ یا بچی کا نکاح بلوغت سے پہلے کرائے، تو بالغ ہونے کے بعد وہ خیارِ بلوغ کا حق استعمال کرتے ہوئے اس نکاح کو ختم کر سکے گا۔ گویا اس سفارش میں بچے اور بچی دونوں کو مطلق خیارِ بلوغ کا حق دیا گیا۔

اس کے بعد ڈاکٹر شیر محمد زمان کے دور میں کونسل نے دوبارہ اس مسئلے پر غور کیا اور سابقہ کونسل کے فیصلے سے اتفاق کیا۔

بعد ازاں مولانا محمد خان شیرانی کے دور میں کونسل نے متعدد اجلاسوں میں اس مسئلے پر بحث کے بعد سابقہ فیصلوں سے اختلاف کرتے ہوئے نئی سفارشات پیش کیں۔ ان سفارشات کے مطابق باپ اور دادا کے علاوہ دیگر اولیاء کی طرف سے نکاح کرائے جانے کی صورت میں بچہ یا بچی کو مطلق خیارِ بلوغ حاصل ہوگا، جبکہ اگر نکاح باپ یا دادا نے کرایا ہو تو خیارِ بلوغ کو سوءِ اختیار اور بعض مفاسد کی صورتوں کے ساتھ مشروط قرار دیا گیا۔

مولانا محمد خان شیرانی کے دور کی کونسل نے خیارِ بلوغ کے مسئلے میں جمہور فقہاء اور خصوصاً فقہ حنفی کے موقف اور دلائل کو بنیاد بنایا، جبکہ جسٹس تنزیل الرحمن اور ڈاکٹر شیر محمد زمان کے ادوار میں کونسل نے بعض فقہاء، مثلاً قاضی شریح، امام طاؤس اور فقہائے عراق، کے موقف کے مطابق سفارشات مرتب کیں۔

نتائج:

1. **فقہی ہم آہنگی:**

اسلامی نظریاتی کونسل کی بیشتر سفارشات اسلامی فقہ کے اصولوں سے ہم آہنگ ہیں، خاص طور پر خلع اور فسخ نکاح سے متعلق۔ مختلف مکاتب فکر کی آراء کو مد نظر رکھتے ہوئے سفارشات مرتب کی گئی ہیں، جو اجتہادی وسعت کی عکاسی کرتی ہیں۔

2. **خواتین کے حقوق کا تحفظ:**

کونسل کی سفارشات میں خواتین کے حقوق کو واضح طور پر مقدم رکھا گیا ہے۔ خلع کو ایک باقاعدہ اور قابلِ عمل طریقہ قرار دینا، شوہر کی اجازت کے بغیر عدالت کے ذریعے خلع کی گنجائش تسلیم کرنا، اور ظلم، عدم نان ونفقہ یا طویل علیحدگی جیسے اسباب کو فسخ نکاح کے لیے تسلیم کرنا، خواتین کو شرعی دائرے میں رہتے ہوئے تحفظ فراہم کرتا ہے۔

3. **عملی نفاذ میں رکاوٹیں:**

اگرچہ سفارشات واضح اور شرعی بنیادوں پر مبنی ہیں، مگر ان کے نفاذ میں قانون سازی کی سستی، معاشرتی ذہنیت، اور قانونی عملے کی تربیت کی کمی رکاوٹیں پیدا کرتی ہیں۔

4. **علمی و تحقیقی خلا کی تکمیل:**

یہ مطالعہ سابقہ تحقیقی کاموں کے درمیان موجود خلا کو پر کرتا ہے، کیونکہ اس میں فقہی، قانونی، اور سماجی پہلوؤں کو ایک ساتھ تجزیے میں لایا گیا ہے، جس سے

---

[36] ۔ سالانہ رپورٹ 15-2014ء، ص:31-30

[37] ۔ سالانہ رپورٹ 15-2014ء، ص:158

OPEN ACCESS

ایک جامع علمی تصویر سامنے آتی ہے۔

کتابیات

1. ابن قدامہ، موفق الدین عبد اللہ بن احمد، المغنی، الناشر، دار عالم الکتب، 1997ء۔
2. ابن منظور، محمد بن مکرم، لسان العرب، مکتبہ دار الفکر لطباعۃ والتوزیع، 2010ء۔
3. اسلامی نظریاتی کونسل، سالانہ رپورٹ 16۔2015ء۔
4. اسلامی نظریاتی کونسل، سالانہ رپورٹ 10-2009ء۔
5. اسلامی نظریاتی کونسل، رپورٹ معاشرتی اصلاحات۔
6. اسلامی نظریاتی کونسل، سالانہ رپورٹ 09-2008ء۔
7. اسلامی نظریاتی کونسل، سالانہ رپورٹ 12-2011ء۔
8. اسلامی نظریاتی کونسل، سالانہ رپورٹ 15-2014ء۔
9. اسلامی نظریاتی کونسل، سالانہ رپورٹ 99-1998ء۔
10. اسلامی نظریاتی کونسل، سالانہ رپورٹ، 14-2013ء۔
11. اسلامی نظریاتی کونسل، سالانہ رپورٹ 02-2001ء۔
12. اکرام الحق، اسلامی نظریاتی کونسل: ادارہ جاتی پس منظر اور کارکردگی، ناشر اسلامی نظریاتی کونسل، اسلام آباد، ط: اول، جون 2016ء۔
13. البلخی، نظام الدین، الفتاوی الھندیۃ، الناشر، دار الفکر، بیروت، 2010ء۔
14. تنزیل الرحمٰن، مجموعہ قوانین اسلامی، ناشر، ادارہ تحقیقات اسلامیہ، 1984ء۔
15. تھانوی، مولانا احتشام الحق، عائلی قوانین اور اختلافی نوٹ، مکتبہ احتشامیہ جیکب لائن کراچی، 2007ء۔
16. تھانوی، مولانا اشرف علی، الحیلۃ الناجزہ، کتب خانہ امدادیہ دیوبند، س، ن۔
17. زحیلی، وہبہ بن مصطفیٰ، الفقہ الاسلامی وادلتہ، الناشر، دار الفکر، دمشق، 2011ء۔
18. قاضی، مجاہد الاسلام، مسلم پرسنل لاء کا مسئلہ تعارف و تجزیہ، ناشر آل انڈیا مسلم پرسنل لاء، نئی دہلی، طبع دوم 2000ء جون
19. قشیری، مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح، مکتبہ دار السلام، الریاض، 2008ء۔
20. کاسانی، ابو بکر بن مسعود بن احمد، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1986ء۔
21. محمد بن محمد بن محمود، العنایۃ فی شرح الہدایۃ، الناشر، دار الفکر، بیروت، لبنان، 2010ء۔
22. مسلم عائلی قوانین آرڈیننس 1961ء، نظر ثانی اور سفارشات۔